اسلامیات

لازمی

گیارھویں جماعت

FREE FROM GOVERNMENT
NOT FOR SALE

KHYBER PAKHTUNKHWA TEXT BOOK BOARD

رشوت دینے اور لینے والے پر
اللہ تعالیٰ کی لعنت ہے۔

(ابن ماجہ)

اسلامیات

لازمی

گیارھویں جماعت

خیبر پختونخوا ٹیکسٹ بک بورڈ پشاور

جملہ حقوق بحق خیبر پختونخوا ٹیکسٹ بک بورڈ پشاور محفوظ ہیں۔

تیار کردہ: خیبر پختونخوا ٹیکسٹ بک بورڈ پشاور

صوبہ خیبر پختونخوا اور قبائلی علاقہ جات کے لیے بطور واحد لازمی کتاب برائے انٹرمیڈیٹ کلاسز۔

نظرثانی و منظور کردہ: وفاقی وزارت تعلیمات حکومت پاکستان اسلام آباد

تدوین:

ڈاکٹر ساجد الرحمن اورکزئی، ماہر مضمون (اسلامیات)

خیبر پختونخوا ٹیکسٹ بک بورڈ پشاور

زیر سرپرستی:

گوہر علی خان، ناظم نظامت نصاب و تعلیم اساتذہ خیبر پختونخوا، ایبٹ آباد

دوبارہ نظر ثانی:

- ★ ڈاکٹر مفتی عبدالوہاب، پروفیسر / وائس پرنسپل گورنمنٹ پوسٹ گریجویٹ کالج نمبر 1، ایبٹ آباد
- ★ قاری عبدالشکور، سینئر معلم اسلامیات، گورنمنٹ ہائی سکول جھنگی ایبٹ آباد
- ★ اعزاز اللہ، ماہر مضمون (اسلامیات)، خیبر پختونخوا ٹیکسٹ بک بورڈ پشاور
- ★ ہدایت اللہ، ایڈیشنل ڈائریکٹر، نظامت نصاب و تعلیم اساتذہ خیبر پختونخوا، ایبٹ آباد

طباعت زیر نگرانی:

عصمت اللہ خان گنڈا پور، چیئرمین

سعید الرحمن، ممبر (ای اینڈ پی)،

خیبر پختونخواہ ٹیکسٹ بک بورڈ، پشاور

تعلیمی سال: 2020-21

ویب سائٹ: www.kptbb.gov.pk

ای میل: membertbb@yahoo.com

فون نمبر: 091-9217159-60

فہرست

باب نمبر	عنوان	صفحہ
	اسلام کا تعارف	1
باب اوّل	بنیادی عقائد	3
	توحید	3
	وجود باری تعالیٰ	4
	توحید ذات و صفات	7
	شرک	9
	۱۔ ذات میں شرک	10
	۲۔ صفات میں شرک	10
	صفت کے تقاضوں میں شرک	10
	انسانی زندگی پر عقیدہ توحید کے اثرات	12
	۱۔ خودداری	12
	۲۔ انکسار	13
	۳۔ وسعتِ نظر	13
	۴۔ استقامت و بہادری	13
	۵۔ رجائیت اور اطمینانِ قلب	14
	۶۔ پرہیزگاری	14
	۷۔ توکل علی اللہ	15
	رسالت	15
	وحی	16
	رسول کی ضرورت	17
	انبیاء کی خصوصیات	
	۱۔ بشریت	18
	۲۔ امین	19
	۳۔ تبلیغ احکامِ الٰہی	19
	۴۔ معصومیت	19
	۵۔ واجب اطاعت	20
	رسالت محمدؐ اور اس کی خصوصیات	
	۱۔ عمومیت	20
	۲۔ پہلی شریعتوں کا نسخ	21
	۳۔ کاملیت	21
	۴۔ حفاظتِ کتاب	21
	۵۔ سنّت نبویؐ کی حفاظت	22
	۶۔ جامعیت	
	۷۔ ہمہ گیری	
	۸۔ ختمِ نبوت	23
	۹۔ ناموسِ رسالت	۲۵
	ملائکہ پر ایمان	۲۶
	آسمانی کتابیں	۲۸
	آخری آسمانی کتاب	۲۹
	۱۔ محفوظ ہونا	۲۹
	۲۔ قرآن کی زندہ زبان	۳۰

باب نمبر	عنوان	صفحہ
	۳-عالمگیر کتاب	۳۰
	۴-جامع کتاب	۳۱
	۵-عقل وتہذیب کی تائید کرنے والی کتاب	۳۱
	۶- قرآن مجید کا اعجاز	31
	آخرت	
	مفہوم	32
	منکرین آخرت کے شبہات اور ان کا قرآنی جواب	33
	اسلام میں عقیدہ آخرت کی اہمیت	35
	۱-نیکی سے رغبت اور بدی سے نفرت	36
	۲-بہادری اور سرفروشی	36
	۳-صبر وتحمل	37
	۴-مال خرچ کرنے کا جذبہ	37
	۵-احساس ذمہ داری	37
	۶-سوالات	37
باب دوم		
	اسلامی تشخص	
	ارکان اسلام	39
	کلمہ شہادت	39
	انسانی عظمت کا ضامن عقیدہ	41
	نماز کی تاکید	42

باب نمبر	عنوان	صفحہ
	نماز کے فوائد	43
	بے روح نمازیں	45
	روزہ	45
	ضبط نفس	46
	روزوں کا ثواب	47
	روزے کے اجتماعی فوائد	48
	رمضان المبارک اور قرآن حکیم	49
	رمضان اور پاکستان	49
	بے اثر روزے	49
	زکوٰۃ	50
	معاشی فوائد	51
	معاشرتی فوائد	52
	زکوٰۃ کے مصارف	53
	مسائل زکوٰۃ	54
	ادائیگی زکوٰۃ کے چند اصول	54
	حج	37
	جامعیت	57
	زائرین خانہ کعبہ کی کیفیات	58
	فوائد	59
	حج مقبول	60
	جہاد	61
	جہاد کا مفہوم	61

باب نمبر	عنوان	صفحہ
	اقسام جہاد	61
	خواہش نفس کے خلاف جہاد	61
	جہاد بالسیف	63
	جہاد اور جنگ میں فرق	64
	جہاد کے فضائل	65
	اللہ تعالیٰ اور رسول اللہؐ کی محبت اور اطاعت	
	اللہ تعالیٰ کے احسانات	66
	رسول اللہؐ کے احسانات	66
	شرط محبت، اطاعت رسولؐ	67
	حقوق العباد	
	والدین کے حقوق	69
	اولاد کے حقوق	70
	میاں بیوی کے باہمی حقوق	72
	رشتہ داروں کے حقوق	74
	اساتذہ کے حقوق	75
	ہمسایوں کے حقوق	76
	غیر مسلموں کے حقوق	78
	معاشرتی ذمہ داریاں	79
	دیانتداری	79
	ایفائے عہد	80
	سچائی	82
	عدل وانصاف	82

باب نمبر	عنوان	صفحہ
	احترام قانون	84
	کسب حلال	85
	ایثار	86
	اخلاقی رذائل	88
	جھوٹ	88
	غیبت	89
	غیبت واتہام کا فرق	
	منافقت	91
	تکبر	92
	حسد	93
	سوالات	94
باب سوم		96
	رحمت للعالمین	96
	امت پر شفقت ورحمت	97
	کافروں پر رحمت	98
	عورتوں کے لئے رحمت	98
	بچوں کے لئے رحمت	99
	یتیموں اور غلاموں کے لئے رحمت	99
	اخوت	100
	مساوات	101
	صبر واستقلال	102
	عفو ودرگزر	104

باب نمبر	عنوان	صفحہ
	ذکر	106
	سوالات	107
باب چہارم		
	تعارف قرآن وحدیث	
	تعارف	108
	قرآن مجید کے اسماء	108
	فضائل قرآن مجید	109
	وحی کیا ہے ؟	110
	نزولِ قرآن	110
	مکی اور مدنی سورتیں	
	مکی اور مدنی سورتوں کا فرق	112
	حفاظت و تدوین قرآن مجید	113
	صدری حفاظت (سینوں کے ذریعے)	114
	کتابی حفاظت	115
	جمع قرآن حضرت عثمانؓ کے عہد میں	118
	قرآن مجید کی خوبیاں	119
	قرآن مجید کی تاثیر	121
	حدیث اور سنت	123
	حدیث یا سنت کی شرعی حیثیت	124
	تدوین حدیث	127
	منتخب آیات	131
	منتخب احادیث	135
	سوالات	137

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اسلام کا تعارف

اسلام کے لفظی معنی ہیں حکم ماننا، کسی کے سامنے گردن جھکا دینا اور اپنے آپ کو کسی کے سپرد کر دینا۔ شریعت میں انبیائے کرام کے بتائے ہوئے طریقوں کے مطابق اللہ تعالیٰ کے احکام ماننے، اس کے سامنے گردن جھکانے اور اپنے آپ کو اس کے سپرد کرنے کا نام اسلام ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اس کائنات کو ایک خاص نظم وضبط کا پابند پیدا کیا ہے۔ زمین ایک مقررہ وقت میں سورج کے گرد اپنا چکر پورا کرتی ہے۔ دن اور رات ایک خاص پابندی کے ساتھ ایک دوسرے کے بعد آتے ہیں۔ سورج اور چاند مقررہ وقت پر طلوع وغروب ہوتے ہیں۔ موسم مقررہ انداز میں بدلتے رہتے ہیں اور کائنات کی کوئی چیز اللہ تعالیٰ کے حکم سے سرتابی نہیں کر سکتی۔ کیونکہ احکامِ الٰہی کی پابندی ان کی فطرت میں شامل ہے۔

اللہ تعالیٰ نے انسان کو تمام مخلوقات سے ممتاز پیدا کیا ہے۔ اسے عقل وفکر کی نعمت دے کر ایک محدود دائرے میں اختیار بھی دیا ہے۔ اگرچہ اسے اپنی موت وحیات پر کوئی اختیار نہیں، لیکن اس عرصہ حیات کے مختصر وقفے میں وہ جو کچھ کرتا ہے، اپنے ارادے اور اختیار سے کرتا ہے۔ "اسلام" چاہتا ہے کہ انسان اپنے فکر وعمل کو اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے احکام کا تابع کر دے۔

اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا (المائدہ:3)

ترجمہ: "آج کے دن میں نے تمہارے لیے تمہارا دین مکمل کر دیا اور تم پر اپنی نعمت پوری کر دی اور تمہارے لیے اسلام کو بحیثیت دین پسند کیا۔"

دین اسلام ایمان اور عملِ صالح کا مجموعہ ہے۔ اللہ تعالیٰ کی وحدانیت، رسالت

اور آخرت وغیرہ کا زبان سے اقرار اور ان پر دل سے یقین ایمان کہلاتا ہے اور اسلام کی رو سے ایمان کی بنیاد پر اللہ تعالیٰ کے احکام بجالانے کو عملِ صالح کہتے ہیں۔ اس کی تین قسمیں ہیں۔

1 - عبادات :- عبادات اللہ کے حضور انتہائی، عاجزی اور محتاجی کے اظہار کا نام ہے۔ اصطلاحِ شریعت میں نماز، روزہ، زکوٰۃ، حج جیسے احکام کی بجاآوری کو عبادات کہتے ہیں۔

2 - معاملات :- ان کا تعلق معاشرتی حقوق و فرائض سے ہے۔

3 - اخلاق :- انسانی سیرت کی وہ خوبیاں جو اللہ تعالیٰ کو پسند ہیں اور انسان کی شخصیت نکھارتی ہیں۔

اعمال کی یہ تقسیم صرف سمجھنے کے لیے ہے۔ ورنہ دین کو حصوں میں تقسیم نہیں کیا جا سکتا اور نہ اس کے ٹکڑے کر کے ایک دوسرے سے الگ کیا جاسکتا ہے۔ آدمی ایمان تو لائے لیکن احکامِ الٰہی پر عمل نہ کرے۔ یا نیک کام تو کرے لیکن اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان نہ لائے۔ ایسا ایمان اور عمل اللہ تعالیٰ کے نزدیک مقبول نہیں۔ جو نیک کام اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے نہ کیا جائے اس سے اللہ تعالیٰ راضی نہیں ہوتا۔ اور اس سے دُنیا اور آخرت کی کامیابی حاصل نہیں ہوتی۔ اس کے برعکس اگر کوئی شخص صرف عبادات میں مصروف رہے لیکن اس کے معاملات احکامِ الٰہی کے مطابق نہ ہوں تو اس کو ہم باعمل مسلمان نہیں کہہ سکتے۔ نہ کوئی بداخلاق آدمی اچھا مسلمان کہلا سکتا ہے۔ اسلام ایک مکمل نظامِ حیات ہے۔ زندگی کا کوئی پہلو ایسا نہیں جس کے متعلق رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قول و عمل سے اللہ تعالیٰ کے احکام ہم تک نہ پہنچائے ہوں۔ ان احکام کو ہر پہلو سے ماننا لازم ہے۔

باب اوّل

بنیادی عقائد

اعمال کی بنیاد ایمان پر ہے۔ ایمان اس پختہ عقیدے کو کہتے ہیں جو دل کی گہرائیوں میں اتر جائے اس میں شک وشبہ کی کوئی گنجائش نہ رہے۔ ایسا عقیدہ روح میں رچ بس جاتا ہے اور دل و دماغ پہ حاوی ہو جاتا ہے۔ پھر کوئی بات اس کے خلاف نہیں سوچی جاسکتی اور کوئی عمل اس کے خلاف نہیں کیا جاسکتا۔ بلکہ تمام اعمال اس کی وجہ سے اور اس کے اشارے پر کیے جاتے ہیں۔ اس لیے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جب دین اسلام پھیلانے کا حکم ملا تو آپ نے عقائد کی اصلاح سے ابتدا فرمائی۔

اسلام کے بنیادی عقائد یہ ہیں:

1 - اللہ پر ایمان -
2 - ملائکہ پر ایمان -
3 - آسمانی کتابوں پر ایمان -
4 - رسالت پر ایمان -
5 - آخرت پر ایمان -
6 - تقدیر پر ایمان -
7 - موت کے بعد زندگی پر ایمان -

توحید

بنیادی عقائد میں سب سے پہلا عقیدہ توحید کا ہے۔ لا الٰہ الا اللہ "اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں"۔ توحید کے لغوی معنی ہیں ایک ماننا، یکتا جاننا دین کی اصطلاح میں اس سے مراد ہے اس دُنیا کے پیدا کرنے والے اور اس کے پروردگار کو ایک ماننا، بے مثال ماننا اور صرف اسی

کو عبادت کے لائق سمجھنا حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر اللہ کے آخری نبی حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم تک جتنے بھی پیغمبران کرام دُنیا میں تشریف لائے ہیں، سب نے لوگوں کو توحید کی دعوت دی ہے اور انہیں بتایا ہے کہ یہ دُنیا اور اس دُنیا کی تمام چیزیں اللہ نے پیدا کی ہیں اور اسی کے حکم سے یہ سب کچھ ختم ہو گا۔ وہ ایک ہے، اس جیسا کوئی نہیں، صرف اسی کی عبادت کرنی چاہیے اور اسی کا حکم ماننا ضروری ہے۔

وجودِ باری تعالیٰ

اللہ تعالیٰ کے موجود ہونے میں کوئی عاقل اور سمجھ دار شک نہیں کر سکتا۔ عقل کا یہی تقاضا ہے۔ ہم کوئی بھی چیز جب دیکھتے ہیں تو یہ یقین ہو جاتا ہے کہ اس کا بنانے والا بھی ہے۔ یہ جو مکان نظر آتا ہے کسی معمار کا بنایا ہوا ہے۔ یہ جو گھڑی چل رہی ہے کسی کارخانے میں بنی ہے اور اس کارخانے کو کوئی چلا رہا ہے۔ کوئی مکان خودِ بخودِ نہیں بنتا۔ کوئی گھڑی خودِ بخودِ نہیں بنتی۔ کوئی کارخانہ خود بخود نہیں چلتا۔ پھر دُنیا کا یہ عظیم الشان کارخانہ جو نامعلوم وقت سے اب تک ایک خاص نظام کے تحت چل رہا ہے۔ خودِ بخودِ کیسے پیدا ہو سکتا ہے اور کیسے چل سکتا ہے؟ زمین ایک خاص وقت میں سُورج کے گرد اپنا چکر پُورا کرتی ہے۔ آج تک اس میں ایک سیکنڈ کا فرق نہیں پڑا۔ ستارے اپنے وقت پر ابھر آتے ہیں اور اپنے وقت پر نظروں سے غائب ہو جاتے ہیں۔ کبھی وہ اپنی رفتار نہیں بھولتے۔

مَا تَرٰی فِیْ خَلْقِ الرَّحْمٰنِ مِنْ تَفٰوُتٍ ط فَارْجِعِ الْبَصَرَ ۙ هَلْ تَرٰی مِنْ فُطُوْرٍ ٥

(سورہ الملک : 3،4)

ترجمہ :- "تو اللہ کی صنعت میں کوئی فتور نہیں دیکھے گا۔ پھر نگاہ ڈال کر دیکھ لے۔ کہیں تجھ کو کوئی خلل نظر آتا ہے؟"

سُورج اپنے مدار میں چکر لگا رہا ہے اور چاند اپنے مدار میں۔ نہ سُورج اپنے مدار سے ہٹتا ہے، نہ چاند سُورج کی طرف کھنچ کر جاتا ہے۔ نہ کبھی ایسا ہوتا ہے کہ رات آتے آتے رک جائے اور نہ کبھی یہ کہ دن جاتے جاتے رہ جائے۔ قرآن مجید نے اس کی حقیقت کی

طرف یوں اشارہ کیا ہے۔

لَا الشَّمْسُ یَنْۢبَغِیْ لَهَآ اَنْ تُدْرِكَ الْقَمَرَ وَلَا الَّیْلُ سَابِقُ النَّهَارِ ط وَكُلٌّ فِیْ فَلَكٍ یَّسْبَحُوْنَ

(سورہ یٰس : 40)

ترجمہ : نہ سُورج کی مجال ہے کہ چاند کو جا پکڑے۔ اور نہ رات دن سے پہلے آ سکتی ہے اور سب ایک ایک دائرے میں تیر رہے ہیں۔

قدرت کا یہ کارخانہ اسی نظم وضبط کے ساتھ ایک نامعلوم مدت سے مسلسل چل رہا ہے۔ کیا عقل یہ مانتی ہے کہ اتنا بڑا نظام اتنی مدت سے مسلسل بغیر کسی چلانے والے کے چل سکتا ہے؟ ظاہر ہے عقل یہ بات نہیں مان سکتی۔ اس لیے خودِ یہ کائنات دن رات، چاند سُورج اور زمین و آسمان کا یہ نظم وضبط اللہ کے وجود کا بیّن ثبوت ہے۔

اِنَّ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافِ الَّیْلِ وَالنَّهَارِ لَاٰیٰتٍ لِّاُولِی الْاَلْبَابِ ٥

(سورہ آل عمران: 164)

ترجمہ : بے شک آسمانوں اور زمین کی پیدائش اور رات دن کے بدلتے رہنے میں عقل والوں کے لیے نشانیاں ہیں۔

اس بات کو سمجھنے کے لیے اللہ تعالیٰ نے انسان کو خود اس کی اپنی پیدائش کی طرف متوجہ کیا ہے کہ سوچو اور اگر یہ بات سمجھ میں آجائے تو پھر اس پر یقین کر لو شک وشبہ میں مت پڑو۔

اَمْ خُلِقُوْا مِنْ غَیْرِ شَیْءٍ اَمْ هُمُ الْخٰلِقُوْنَ ط اَمْ خَلَقُوا السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ ج بَلْ لَّا یُوْقِنُوْنَ ٥

(سورہ الطور : 35،36)

ترجمہ :"کیا یہ لوگ (انسان) بغیر کسی کے (پیدا کیے) پیدا ہو گئے ہیں یا یہ کہ خود (اپنے) خالق ہیں۔ یا انھوں نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کر لیا ہے۔ اصل یہ ہے کہ یہ یقین نہیں رکھتے۔"

نظامِ کائنات کی یہ گواہی ایک عقلی دلیل ہے۔ اس دلیل کے بغیر بھی اللہ کو ماننا انسانی فطرت کی آواز ہے اور انسان کی روح کو ایک خالقِ کائنات کے ماننے اور اس

کی عبادت کے بغیر سکون نہیں ملتا۔ اس لیے انسانیت کے ہر دور میں مُہذّب سے مُہذّب اور وحشی سے وحشی قوموں نے کسی نہ کسی صورت میں ایک عظیم ذات کا اِعتراف کیا ہے اور اس کی عبادت کی ہے۔ آثارِ قدیمہ کی تحقیقات سے یہ بات واضح ہو چکی ہے کہ دُنیا کے مُختلف گوشوں میں بسنے والی وحشی اَقوام جن کی فکری سطح بہت کم تھی وہ بھی کسی نہ کسی شکل میں اللہ تعالیٰ کے وُجود کی قائل تھیں۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ وُجودِ باری تعالیٰ پر ایمان لانا انسان کی فطرت میں ہے۔ بڑے سے بڑا کافر بھی کسی بڑی مصیبت میں پھنس کر بے اختیار اپنے بنانے والے کو پکار اُٹھتا ہے۔

قُلْ مَنْ يُّنَجِّيْكُمْ مِّنْ ظُلُمٰتِ الْبَرِّ وَالْبَحْرِ تَدْعُوْنَهٗ تَضَرُّعًا وَّخُفْيَةً ۚ لَئِنْ اَنْجٰنَا مِنْ هٰذِهٖ لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الشّٰكِرِيْنَ ۝ قُلِ اللّٰهُ يُنَجِّيْكُمْ مِّنْهَا وَمِنْ كُلِّ كَرْبٍ ثُمَّ اَنْتُمْ تُشْرِكُوْنَ ۝

(سورہ انعام: 64،63)

ترجمہ: آپ کہیے وہ کون ہے جو تم کو نجات دے دیتا ہے، خشکی اور تری کے اندھیروں سے۔ کہ تم اس کو پکارتے ہو آہ و زاری کرتے ہوئے اور چپکے چپکے۔ اگر اللہ تعالیٰ نے ہمیں اس مصیبت سے نجات دے دی تو ہم شکر گزاروں میں سے ہو جائیں گے۔ کہہ دیجیے اللہ ہی تم کو ان (مصیبتوں) سے نجات دیتا ہے اور ہر غم سے پھر تم شرک کرنے لگتے ہو۔

یہ پکار انسان کی اصلی فطرت ہے اور یہ فطرت اللہ تعالیٰ کی موجودگی کی سب سے بڑی گواہ ہے۔

جس طرح یہ بات واضح اور یقینی ہے کہ اس کائنات کا کوئی پیدا کرنے والا اور چلانے والا ہے اور وہ اللہ ہے۔ اسی طرح یہ بات بھی واضح اور یقینی ہے کہ وہ اللہ ایک ہے۔ انسانی عقل خود اپنی سوچ میں اسی نتیجے پر پہنچتی ہے۔ اگر ایک سے زیادہ خدا ہوتے تو ہر ایک اس دُنیا کو اپنی مرضی اور خواہش کے مطابق چلانے کی کوشش کرتا۔ ایک کشمکش شروع ہو جاتی اور اس کھینچا تانی میں دنیا کا نظام درہم برہم ہو جاتا۔

لَوْ كَانَ فِيْهِمَآ اٰلِهَةٌ اِلَّا اللّٰهُ لَفَسَدَتَا ۚ

(سورہ انبیاء 22)

ترجمہ: اگر ان دونوں (زمین و آسمان) میں اللہ کے علاوہ اور معبود ہوتے تو ان دونوں (زمین و آسمان) میں فساد برپا ہو جاتا۔

توحیدِ ذات وصفات

اس کائنات کا پیدا کرنے والا اور اس کارخانۂ قدرت کو چلانے والا موجود ہے اور ایک ہے۔ اس حد تک تو بات واضح ہے اور انسانی عقل نے اس کو ہمیشہ مانا ہے۔ مگر وہ پیدا کرنے والا کیسا ہے؟ اس کے اَوصاف کیا ہیں؟ یہ ایسی باتیں ہیں جو آسانی سے خود بخود سمجھ میں نہیں آتیں۔ اِن باتوں کو سمجھانے کے لیے اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبر بھیجے ہیں اور ان کے ذریعے اپنے بندوں کو اپنے متعلق بتایا ہے۔

قرآن مجید نے ذات باری تعالیٰ کے متعلق وہ تمام باتیں صاف صاف بتائی ہیں جن پر ایمان لانا فرض ہے۔ اللہ جو تمام کائنات کا پیدا کرنے والا ہے ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گا۔ دُنیا نہیں تھی تو اللہ تھا۔ یہ دُنیا نہیں ہوگی تو بھی اللہ ہوگا۔ اُس کی نہ ابتدا ہے، نہ اِنتہا۔ یہ دُنیا اُس نے پیدا کی ہے اور وُہی اِس کی نگہداشت کر رہا ہے۔ جب یہ دُنیا ختم ہو جائے گی اور قیامت آ جائے گی تب بھی وہ ہوگا۔ اور انسانوں کو جزا و سزا دے گا۔

كُلُّ شَيْءٍ هَالِكٌ اِلَّا وَجْهَهٗ ۭ (سورہ القصص: 88)

ترجمہ: ہر ایک چیز، اُس کی ذات کے سوا، فنا ہونے والی ہے۔

وہ اللہ اپنی ذات میں ایک ہے۔ نہ اس کا کوئی باپ ہے جس سے وہ پیدا ہوا ہو نہ اس کے بچے ہیں جو اس سے پیدا ہوئے ہوں اور نہ اس جیسا کوئی اور ہے۔

قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ ۝ اَللّٰهُ الصَّمَدُ ۝ لَمْ يَلِدْ ۙ وَلَمْ يُوْلَدْ ۝ وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ ۝

(الاخلاص)

ترجمہ: آپ کہہ دیجیے اللہ ایک ہے۔ اللہ بے نیاز ہے۔ نہ اس کی کوئی اولاد ہے، نہ وہ کسی کی اولاد ہے اور نہ کوئی اس کے برابر ہے۔

سوچا جائے تو یہ سب باتیں سمجھ میں آجاتی ہیں۔ جس نے دُنیا کی ہر چیز پیدا کی ہے۔ ظاہر ہے کہ وہ ہر چیز سے پہلے موجود تھا اور جب اس نے یہ سب کچھ پیدا کیا ہے وہ ان کو جب چاہے فنا بھی کر سکتا ہے۔ ظاہر ہے اس کا کوئی باپ نہیں ہے ورنہ وہی خدا ہوتا۔ اس کے بچے بھی نہیں ہیں ورنہ وہ ضرور خدائی میں شریک ہوتے اور اس طرح ایک خدا کا تصوّر ختم ہو جاتا۔

اس بے مثال ذات نے اپنا ذاتی نام اللہ رکھا ہے۔ یہ نام کسی اور کے لیے اِستعمال نہیں ہو سکتا۔ اس کے علاوہ اللہ کے بہت سے صفاتی نام ہیں جن سے ہمیں اللہ کو پکارنے کا حکم ہے جیسے قرآن پاک میں ہے۔

وَلِلّٰهِ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى فَادْعُوْهُ بِهَا ص (سورہ الاعراف: 180)

ترجمہ: اور اچھے اچھے نام اللہ ہی کے لیے ہیں۔ سو ان ناموں سے اللہ ہی کو پکارا کرو۔

اس بے مثال اور یکتا ذات اور ان بے مثال اور یکتا صفات کے تقاضے بھی یکتا ہیں۔ جب وہ ہمارا مالک ہے اور اس جیسا مالک کوئی نہیں۔ وہ ہمارا پروردگار ہے اور اس جیسا پروردگار کوئی نہیں۔ تو پھر وہی عبادت کے لائق ہے۔ عبادت کے لائق اور کوئی نہیں اور اسی کا حکم ماننا چاہیے کسی اور کو حکم دینے کا کوئی حق نہیں پہنچتا۔ اسی سے مدد مانگنی چاہیے اور اسی سے ہدایت طلب کرنی چاہیے۔ اس لیے ہم ہر نماز کی ہر رکعت میں قرآن مجید کی یہ سورت دہراتے ہیں۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝ اَلرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝ مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ ۝ اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ ۝ اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ ۝ صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ ۝ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ ۝

(الفاتحہ)

ترجمہ: سب تعریفیں اللہ ہی کے لیے ہیں۔ جو ساری مخلوقات کا پالنے والا ہے۔ بڑا مہربان اور نہایت رحم والا ہے۔ مالک ہے روزِ جزا کا۔ اے اللہ ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھ ہی سے مدد مانگتے ہیں۔ دکھا دے ہم

کو سیدھا راستہ۔ راستہ ان لوگوں کا جن پر تو نے انعام کیا ہے۔ نہ راستہ ان لوگوں کا جن پر غضب کیا گیا اور نہ ان لوگوں کا جو گمراہ ہیں۔

شرک

عقیدۂ توحید انسان کا سب سے پہلا عقیدہ ہے۔ شرک اور اس کی تمام اقسام بعد کی پیداوار ہیں۔ دُنیا کا پہلا انسان عقیدۂ توحید ہی کا قائل تھا۔ پہلے انسان حضرت آدم علیہ السلام تھے۔ جو اللہ تعالیٰ کے پہلے نبی تھے۔ آپؑ نے اپنی اولاد کو بھی توحید کے عقیدے کی تعلیم دی مگر جیسے جیسے انسانی آبادی میں اضافہ ہوتا گیا اور لوگ اِدھر اُدھر بکھرنے لگے تو آہستہ آہستہ لوگوں نے سچی تعلیمات کو بُھلا دیا اور گمراہی کا شکار ہو کر ایک اللہ کی بجائے کئی خدا ماننے لگے اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ انھیں بھی معبود بنا لیا۔ ان لوگوں نے جس چیز کو ہیبت ناک دیکھا، اس سے ایسے خوفزدہ ہوئے کہ اسے دیوتا سمجھ لیا اور اس کی پوجا پاٹ شروع کر دی۔ اس طرح انھوں نے آگ کا دیوتا، سمندر کا دیوتا اور آندھیوں وغیرہ کے دیوتا گھڑ لیے۔ دوسری طرف جن چیزوں کو بہت نفع بخش پایا، ان کی بھی پوجا شروع کر دی۔ گائے وغیرہ کی پوجا اسی وجہ سے شروع ہوئی۔ ان لوگوں کی ہدایت کے لیے اللہ تعالیٰ نے یکے بعد دیگرے کئی پیغمبر بھیجے جنھوں نے ان کو توحید کا بُھولا ہوا سبق یاد دلایا اور شرک کی مَذمّت کی۔ قرآن مجید میں شرک کو بہت بڑا ظُلم کہا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

اِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيْمٌ ۝ (سورۃ لقمان: 13)

ترجمہ: بے شک شرک بہت بڑا ظُلم ہے۔

ایک دوسری جگہ ارشاد ہوا:۔

اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَيَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَآءُ ج

(سورۃ النسآء: 48)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ (یہ بات) معاف نہیں کرتا کہ اس کے ساتھ کسی کو شریک بنایا جائے۔ لیکن اس کے علاوہ (اور گناہ) جس کسی کو بھی چاہے گا بخش دے گا۔

(شرک کے لُغوی معنی "حصہ داری" اور ساجھے پن کے ہیں۔ دین کی اِصطلاح میں شرک کا مفہوم یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات یا صفات کے تقاضوں میں کسی کو اس کا حصہ دار اور ساجھی ٹھہرایا جائے۔) اس طرح شرک کی تین اقسام ہیں:-

1- ذات میں شرک

(اس کی ایک صورت تو یہ ہے کہ کسی کو اللہ تعالیٰ کا ہمسر اور اس کے برابر سمجھا جائے اور دوسری صورت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کو کسی کی اَولاد یا کسی کو اللہ تعالیٰ کی اَولاد سمجھا جائے۔) کیونکہ والِد اور اَولاد کی حقیقت ایک ہی ہوتی ہے۔ لہٰذا جس طرح دو خداؤں یا تین خداؤں کو ماننا شرک ہے اسی طرح کسی کو اللہ تعالیٰ کا بیٹا یا بیٹی سمجھنا بھی شرک ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُوْلَدْ ۝ وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ ۝ (سورۃ اخلاص: 3،4)

ترجمہ:- نہ اس سے کوئی اَولاد ہے، نہ وہ کسی کی اَولاد ہے اور نہ کوئی اس کے برابر کا ہے۔

2- صِفات میں شرک

(اِس کا مفہوم یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ جیسی صِفات کسی دوسرے میں ماننا، اور اُس جیسا علم، قدرت یا اِرادہ کسی دوسرے کے لیے ثابت کرنا، کسی دوسرے کو اَزلی و ابدی سمجھنا، یا کسی دوسرے کو قادرِ مُطلق تصوّر کرنا، یہ سب (اللہ تعالیٰ کی صفات میں) شرک ہے۔) اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

لَيْسَ كَمِثْلِهٖ شَيْءٌ (سورۃ شوریٰ: 11)

ترجمہ:- کوئی چیز اُس کے مثل (مانند) نہیں۔

کیونکہ ہر مخلوق اللہ تعالیٰ کی محتاج ہے اور جس کسی میں جو صِفت بھی پائی جاتی ہے، وہ اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ ہے۔ جب کہ اللہ تعالیٰ کی تمام صِفات ذاتی ہیں، کسی کی عطا کردہ نہیں۔

صفات کے تقاضوں میں شرک

(اللہ تعالیٰ عظیم صِفات کا مالک ہے۔ ان صفات کی عظمت کا تقاضا یہ ہے کہ صرف

اس کی عبادت کی جائے، اور اسی کے سامنے پیشانیاں جھکائی جائیں۔ حقیقی اِطاعت و محبت کا صرف اسی کو حق دار سمجھا جائے اور یہ ایمان رکھا جائے کہ وہی کارساز ہے۔ اِقتدارِ اعلیٰ صرف اسی کے ہاتھ میں ہے۔ اسی کے قوانین پر عمل کرنا ضروری ہے اور اس کے قوانین کے مقابلے میں کسی کا قانون کوئی حیثیت نہیں رکھتا۔)

قرآن مجید میں ارشاد ہوا۔

اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِيَّاهُ (سورۃ الاسراء: 23)

ترجمہ:- تم صرف اسی کی عبادت کیا کرو۔

وَاِلٰـهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ۚ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ (سورۃ البقرہ: 163)

ترجمہ:- اور تمھارا معبود ایک ہی ہے۔ بجز اس کے کوئی معبود نہیں ہے۔

وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْكٰفِرُوْنَ

(سورۃ المائدہ: 44)

ترجمہ:- اور جو کوئی اللہ کے نازل کیے ہوئے (احکام) کے مطابق فیصلہ نہ کرے تو یہی لوگ تو کافر ہیں۔

اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ ط (سورۃ یوسف: 40)

ترجمہ:- حکم صرف اللہ کے لیے ہے۔

اللہ تعالیٰ ہی کو مُنْعِم حقیقی سمجھا جائے اور خُلوصِ دل سے اس کا شکر بجالایا جائے یہ شکر صرف یہی نہیں کہ زبان سے "یا اللہ تیرا شکر ہے" کہہ دیا جائے بلکہ اس کی حقیقی صورت یہ ہے کہ اپنی اِطاعت و بندگی کا رُخ صرف اللہ کی ذات کی طرف پھیر دیا جائے اور غیر اللہ کی اطاعت و بندگی کا اپنی عملی زندگی میں کوئی شائبہ تک نہ رہنے دیا جائے۔

ہمیں یہ خوب خیال رکھنا چاہیے کہ شرک صرف یہی نہیں کہ پتھر یا لکڑی کے بُت بنا کر ان کو پوجا جائے بلکہ یہ بھی شرک ہے کہ ہر چھوٹی بڑی حاجت پورا کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور سے لو لگائی جائے۔ ہر مشکل میں اللہ تعالیٰ ہی کو قادرِ مطلق اور مُسَبِّبُ الاسباب سمجھ کر اسی کے فیض و کرم سے اپنی مجبوریوں کا حل تلاش کرنا چاہیے۔

بے شمار مسلمان ایسے ملتے ہیں جو زبانی طور پر تو اللہ تعالیٰ پر ایمان کا دعوے کرتے ہیں لیکن عملاً اپنی اولاد، روزگار، صحت اور دیگر مسائل کو انسانوں کے سامنے اسی عاجزی اور اُمید سے پیش کرتے ہیں، جس طرح صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کے سامنے پیش کرنا چاہیے۔ انسان کی اس کمزوری کا بیان اللہ تعالیٰ یوں فرماتے ہیں۔

وَاتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اٰلِهَةً لَّعَلَّهُمْ يُنْصَرُوْنَ ۝ لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ نَصْرَهُمْ ۙ وَهُمْ لَهُمْ جُنْدٌ مُّحْضَرُوْنَ ۝ (سورۃ یٰسین: 75،74)

ترجمہ:۔ اور پکڑتے ہیں اللہ کے سوائے دوسرے کارساز کہ شاید (اِن کی طرف سے) اُن کو مدد پہنچے۔ (حالانکہ) وہ ان کی مدد کی (کوئی) طاقت نہیں رکھتے اور یہ ان کی فوج ہو کر پکڑے آئیں گے۔

آگے فرماتے ہیں۔

اَمَّنْ هٰذَا الَّذِيْ يَرْزُقُكُمْ اِنْ اَمْسَكَ رِزْقَهٗ (سورۃ الملک: 21)

ترجمہ: بھلا وہ کون ہے جو روزی دے تم کو۔ اگر اللہ روک لے اپنی روزی۔

انسانی زندگی پر عقیدہ توحید کے اثرات

توحید کا عقیدہ دل میں راسخ ہو جائے۔ شرک کے اندیشے ذہن سے نکل جائیں اور انسان کو کامل یقین ہو جائے کہ اللہ کے سوا نہ کسی کے پاس طاقت ہے نہ قدرت ہے۔ نہ اس کے سوا کوئی کچھ دے سکتا ہے اور نہ اس کے دیئے ہوئے کو کوئی روک سکتا ہے۔ نہ کسی اور کے ہاتھ میں نفع ہے نہ نقصان۔ تو اس کی شخصیت کو بہت مستحکم بنیادیں مل جاتی ہیں اس کے فکر اور عمل میں ہم آہنگی آجاتی ہے اور اس کی زندگی کے سارے پہلو سنور جاتے ہیں۔ اس کی نکھری ہوئی شخصیت کی کچھ نمایاں نشانیاں یہ ہوتی ہیں۔

1 - خودداری

توحید پر یقین رکھنے والا خوددار اور بے نیاز ہو جاتا ہے۔ اسے یہ یقین ہو جاتا ہے

کہ قدرت رکھنے والا صرف اللہ ہے۔ باقی سب میرے جیسے انسان ہیں۔ ضعیف، کمزور اور بے بس۔ اس لیے اس کا سر صرف اللہ کے سامنے جھکتا ہے۔ وہ نہ اپنے جیسے انسانوں کے دروازوں پر حاضری دیتا ہے نہ انسانوں کی بنائی ہوئی بے جان مورتیوں کو سجدہ کرتا ہے اس کے لیے ایک اللہ کافی ہے۔

2 - انکسار

عقیدۂ توحید سے تواضع اور انکسار پیدا ہوتا ہے، کیونکہ توحید کا پرستار جانتا ہے کہ وہ اللہ کے سامنے بے بس ہے۔ اس کے پاس جو کچھ ہے سب اسی کا دیا ہوا ہے۔ جو اللہ تعالیٰ دینے پر قادر ہے وہ چھین لینے پر بھی قادر ہے۔ لہٰذا بندے کے لیے تکبّر و غرور کی کوئی گنجائش نہیں۔ اسے تواضع و انکسار ہی زیب دیتا ہے۔

3 - وُسعتِ نظر

عقیدۂ توحید کا قائل تنگ نظر نہیں ہوتا، کیونکہ وہ اس رحمٰن و رحیم پر ایمان رکھتا ہے جو کائنات کی ہر چیز کا خالق اور سب جہانوں کا پالنے والا ہے۔ اس کی رحمتوں سے سب فیض یاب ہوتے ہیں۔ اس عقیدے کے نتیجہ میں مومن کی ہمدردی، محبّت اور خدمت عالمگیر ہو جاتی ہے اور وہ ساری مخلوقِ الٰہی کی بہتری کو اپنا نصب العین بنا لیتا ہے۔

4 - اِستقامت و بہادری

اللہ تعالیٰ پر ایمان لانے سے اِستقامت اور بہادری پیدا ہوتی ہے۔ مومن جانتا ہے کہ ہر چیز اللہ تعالیٰ کی مخلوق اور محتاج ہے اللہ تعالیٰ ہی کو سب قدرت حاصل ہے سر اسی کے سامنے جھکنا چاہیے اور اسی سے ڈرنا چاہیے۔ اس عقیدے کے ذریعے مومن کے دل سے دوسروں کا خوف نکل جاتا ہے اور وہ اِستقامت و بہادری کی تصویر بن جاتا ہے اور کسی بڑے سے بڑے فرعون کا خوف اپنے دل میں نہیں لاتا، خواہ بدر و اُحد کی لڑائی

ہر یا خُنین و خندق کی، وہ ہر جگہ لَاخَوْفٌ عَلَیْھِمْ وَلَا ھُمْ یَحْزَنُوْنَ (نہ ان پر کوئی خوف ہے اور نہ وہ غمزدہ ہوتے ہیں) کا پیکر بن جاتا ہے۔

5 - رجائیت اور اطمینانِ قلب

عقیدۂ توحید کا ماننے والا مایوس اور نا اُمید نہیں ہوتا۔ وہ ہر وقت باری تعالیٰ کی رحمت پر آس لگائے رکھتا ہے۔ کیونکہ وہ جانتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کی شہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہے۔ وہ بڑا رحیم و کریم ہے۔ وہ تمام خزانوں کا مالک ہے اور اس کا فضل و کرم بے حد حساب ہے۔ انسان جس قدر اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہوتا ہے، اس کے دل کو اتنا ہی اطمینان نصیب ہوتا ہے۔

6 - پرہیزگاری

عقیدۂ توحید سے انسان کے دل میں پرہیزگاری پیدا ہوتی ہے۔ کیونکہ ہر مومن کا ایمان ہے کہ اللہ تعالیٰ تمام ظاہر اور پوشیدہ باتوں کو جانتا ہے۔ اگر بندہ پوشیدگی میں کوئی جرم کرے تو ممکن ہے لوگوں کی نگاہوں سے چھپ جائے، مگر اپنے اللہ کی نظر سے نہیں چھپ سکتا، کیونکہ وہ تو دلوں کے ارادوں کو بھی جانتا ہے۔ یہ ایمان انسان میں یہ جذبہ پیدا کرتا ہے کہ وہ خلوت و جلوت میں کہیں بھی گناہ کا اِرتکاب نہ کرے اور ہمیشہ نیک اَعمال بجا لائے، کیونکہ مُعاشرہ اسی وقت صحیح معنوں میں انسانی مُعاشرہ بن سکتا ہے جب لوگوں کے اَعمال درست ہوں۔ توحید پر ایمان، عَمَلِ صالح کی بُنیاد فراہم کرتا ہے۔ کیونکہ انسان کے تمام اَعمال اس کے دل کے تابع ہوتے ہیں اگر دل میں ایمان کی روشنی موجود ہو تو عملِ صالح ہوگا۔

نجات و فلاح کے لیے ایمان اور عَمَلِ صالح دونوں کا ہونا ضروری ہے اس لیے قرآن مجید میں جابجا ارشاد ہوا۔ اَلَّذِیْنَ آمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ (جو ایمان لائے اور جنھوں نے نیک عمل کیے) جس طرح کوئی درخت اپنے پھل سے پہچانا جاتا ہے، اسی طرح ایمان کی پہچان عملِ صالح سے ہوتی ہے۔ اگر کوئی شخص زبان سے ایمان کا دعویٰ

کرتا ہے مگر اس کے اعمال اچھے نہیں تو یہی سمجھا جائے گا کہ ایمان نے اس کے دل کی گہرائیوں میں پوری طرح جگہ نہیں پکڑی۔ غرضیکہ عقیدۂ توحید اس بات کا تقاضا کرتا ہے کہ نیک اعمال بجا لائے جائیں اور بُرے اعمال سے بچا جائے۔

7 - توکّل عَلَی اللہ

مومن دُنیا کے اسباب کو ترک نہیں کرتا بلکہ ان سے پُورا پُورا اِستفادہ کرتا ہے لیکن اس کے ساتھ ساتھ مُؤثرِ حقیقی صرف اللہ تعالیٰ کو جانتا ہے اور ہر حال میں اس کی ذات پر بھروسہ کرتا ہے۔ جیسا کہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے۔ اِنْ کُنْتُمْ اٰمَنْتُمْ بِاللّٰہِ فَعَلَیْہِ تَوَکَّلُوْآ (یونس: 84)

ترجمہ :۔ اگر تم اللہ پر ایمان رکھتے ہو تو اسی پر بھروسہ کرتے رہو۔

رِسالت

اِنسان کو ذاتِ الٰہی کی صحیح پہچان اس کے رسُولوں کے ذریعے حاصل ہوتی ہے اس لیے اسلام کے سلسلۂ عقائد میں توحید کے بعد رِسالت کا درجہ ہے (رسُول کے لغوی معنی ہیں پیغام دے کر بھیجا ہوا یعنی پیغام پہنچانے والا۔ دین کی اصطلاح میں رسُول وہ شخص ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے انسانوں تک اپنا پیغام پہنچانے کے لیے منتخب فرمایا ہو۔ رسُول کو نبی بھی کہتے ہیں۔ جس کے معنی ہیں خبر دینے والا۔ رسُول کو ہم پیغمبر بھی کہتے ہیں، یعنی پیغام لانے والا)

رِسالت ملنے سے پہلے بھی رسُول کی زندگی اپنی قوم میں بہترین زندگی ہوتی ہے۔ وہ پاکباز، نرم خُو، نیک طینت، سچّا اور اَمانت دار ہوتا ہے تاکہ اللہ تعالیٰ کا پیغام سناتے وقت کوئی اس کو بے اعتبار یا جھوٹا نہ کہہ سکے۔ اور وہ دعویٰ سے کہے :۔

فَقَدْ لَبِثْتُ فِیْکُمْ عُمُرًا مِّنْ قَبْلِہٖ (یونس: 16)

ترجمہ :۔ میں نے اس سے پہلے تمھارے درمیان کافی زندگی گزاری ہے۔

وحی

رسالت کے لیے اگرچہ کوئی عمر مقرر نہیں لیکن اکثر رسولوں کو کافی پختہ عمر میں وحی کے ذریعے رسالت ملی ہے (وحی کے معنی ہیں دل میں چپکے سے کوئی بات ڈالنا، ارشاد کرنا یا کسی فرشتے کے ذریعہ پیغام پہنچانا۔ دین کی اصطلاح میں اس سے مُراد اللہ تعالیٰ کا وہ پیغام ہے جو اس نے اپنے کسی رُسول پر فرشتے کے ذریعے نازل کیا ہو یا براہ راست اس کے دل میں ڈال دیا ہو یا کسی پردے کے پیچھے سے اسے سنوا دیا ہو۔ قرآن مجید میں وحی کا لفظ ان تینوں معنوں میں استعمال ہوا ہے۔

وَمَاكَانَ لِبَشَرٍ اَنْ يُّكَلِّمَهُ اللّٰهُ اِلَّا وَحْيًا اَوْ مِنْ وَّرَآءِ حِجَابٍ اَوْ يُرْسِلَ رَسُوْلًا فَيُوْحِيَ بِاِذْنِهٖ مَا يَشَآءُ (شوریٰ: 51)

ترجمہ:۔ اور کسی بشر کا یہ مقام نہیں کہ اللہ اس سے روبرو بات کرے۔ اس کی بات یا تو وحی کے طور پر ہوتی ہے یا پردے کے پیچھے سے، یا وہ کسی قاصد کو بھیجتا ہے اور وہ اس کے حکم سے جو کچھ وہ چاہتا ہے وحی کرتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے دنیا کی مختلف اقوام کی طرف رُسول بھیجے۔ قرآن مجید میں ارشاد ہوا:۔

وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِيْ كُلِّ اُمَّةٍ رَّسُوْلًا (سورۃ النحل: 36)

ترجمہ:۔ اور ہم نے ہر اُمت میں رُسول بھیجے۔

اللہ کی دُنیا بہت پھیلی ہوئی ہے، اس لیے اللہ کے تمام رسُولوں کی صحیح تعداد نہ جانے کتنی ہوگی۔ کچھ لوگوں نے یہ تعداد کم وبیش ایک لاکھ چوبیس ہزار بیان کی ہے۔ ممکن ہے اس سے بھی زیادہ ہو یا کم ہو۔ ان میں سے صرف چند انبیاء کے نام قرآن مجید میں ذکر کیے گئے ہیں جن کے ناموں کے ساتھ عرب مانوس تھے۔ بہت سے انبیاء کے نام قرآن مجید میں نہیں ہیں۔ جس طرح قرآن مجید میں ارشاد ہے:۔

مِنْهُمْ مَّنْ قَصَصْنَا عَلَيْكَ وَمِنْهُمْ مَّنْ لَّمْ نَقْصُصْ عَلَيْكَ

(سورۃ المومن: 78)

ترجمہ:۔ (ان رسولوں) میں بعض کا حال ہم نے آپ سے بیان کیا ہے اور بعض کا حال ہم نے آپ سے بیان نہیں کیا۔

اس لیے ہر قوم کی اسلام سے پہلے کی برگزیدہ ہستیوں کا احترام کرنا چاہیے۔ ممکن ہے ان میں سے کوئی نبی ہو اور بعد میں اس کی تعلیمات لوگ بھول گئے ہوں۔

انبیاء کا یہ سلسلہ حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ختم ہوگیا اور اب قیامت تک تمام انسانوں پر صرف آپ کی پیروی فرض ہے لیکن دین کی رو سے تمام گزرے ہوئے انبیاء کی نبوت پر ایمان لانا ضروری ہے، ان میں کوئی فرق کرنا جائز نہیں۔

لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْ رُّسُلِهٖ (سورۃ البقرہ: 285)

ترجمہ:۔ "ہم اس کے رسولوں (پر ایمان لانے) میں کسی میں تفریق نہیں کرتے۔"

یہ سب اللہ کے رسول نیک پاک اور سچے تھے۔ سب نے توحید کی تعلیم دی ہے اور سب کی نبوت پر ہمارا ایمان ہے۔ البتہ ان کی تعلیمات میں لوگوں نے ردوبدل کیا ہے۔ اور ان کی صحیح تعلیم وہی ہے جو قرآن مجید نے بیان فرمائی ہے۔

رسُول کی ضرورت

اللہ تعالیٰ نے انسانوں کی ہدایت کے لیے انسانوں ہی میں سے رسول بھیجے کیونکہ انسان کی رہنمائی کے لیے انسان ہی رسُول ہو سکتا ہے۔ اِرشادِ ربانی ہے:۔

وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ اِلَّا رِجَالًا نُّوْحِيْٓ اِلَيْهِمْ فَسْـَٔلُوْٓا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ۙ بِالْبَيِّنٰتِ وَالزُّبُرِ ۭ وَاَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَيْهِمْ

(سورۃ النحل: 43،44)

ترجمہ:۔ ہم نے تم سے پہلے بھی جب کبھی رسُول بھیجے ہیں، آدمی ہی بھیجے ہیں۔ جن کی طرف ہم اپنے پیغامات وحی کیا کرتے تھے۔ اگر تم لوگ خود نہیں جانتے تو اہلِ ذکر سے پوچھ لو۔ پچھلے رسولوں کو بھی ہم نے (اسی طرح) روشن نشانیاں اور کتابیں دے کر بھیجا تھا، اور اب یہ ذکر تم پر نازل کیا ہے تاکہ

تم لوگوں کے سامنے اُس تعلیم کی تشریح و توضیح بیان کر دو، جو اُن کے لیے اُتاری گئی ہے۔

حُضور صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم کو خود اپنی زندگی میں قرآنی اصولوں پر مبنی ایک عملی نظاہرہ کرنا تھا۔ صرف یہی نہیں کہ آکر پیغام سنا دیتے۔ بلکہ اس پیغام کے مطابق انسانی زندگی کی اصلاح بھی آپؐ کی ذمہ داری تھی۔ پیغامِ الٰہی فرشتوں کے ذریعے سے بھی بھیجا جا سکتا تھا۔ مگر محض پیغام بھیجنے سے وہ مقصد پورا نہیں ہو سکتا تھا۔ اس عظیم مقصد کی تکمیل و تفصیل کے لیے لازمی تھا کہ اس پیغام کو بنی نوعِ انسان ہی کا ایک فرد لے کر آئے جو کہ انسانِ کامل ہونے کے باوجود بہرحال انسان اور بشر ہو۔ اس کو مشکلات اور مجبوریوں کا اسی طرح سامنا کرنا پڑتا ہو جس طرح اس کی اُمت کے ایک معمولی فرد کو اور جو ساری دُنیا کے سامنے ایک ایسی سوسائٹی کو بطورِ مثال رکھ دے جس کا اِجتماعی نظام اسی پیغامِ الٰہی کے مَنشا کی شرح ہو۔

انبیاء کی خصوصیّات

انبیاء کی خصوصیات مندرجہ ذیل ہیں:۔

1۔ بشریّت

اللہ تعالیٰ نے انسانوں کی رہبری کے لیے ہمیشہ کسی انسان ہی کو پیغمبر بنا کر بھیجا۔ کسی جن یا فرشتے کو نہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ اِلَّا رِجَالًا نُّوْحِيْٓ اِلَيْهِمْ (سورۃ یوسف: 109)

ترجمہ:۔ اور جتنے رسُول بھیجے ہم نے تجھ سے پہلے وہ سب مرد ہی تھے۔

انبیاء اگرچہ انسان ہوتے ہیں مگر اللہ تعالیٰ نے ان کو ایسے اوصاف سے نوازا ہوتا ہے جو دوسروں میں نہیں ہوتے۔ بعض لوگوں کو یہ غلط فہمی تھی کہ انسان، پیغمبر نہیں ہو سکتا۔ پیغمبر تو کوئی فرشتہ ہونا چاہیے۔ اس کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔

قُلْ لَّوْ كَانَ فِي الْاَرْضِ مَلٰٓئِكَةٌ يَّمْشُوْنَ مُطْمَئِنِّيْنَ لَنَزَّلْنَا عَلَيْهِمْ مِّنَ السَّمَآءِ مَلَكًا رَّسُوْلًا ۝ (سورۃ الاسراء: 95)

ترجمہ:۔ (اُن سے کہو کہ) اگر زمین میں فرشتے اطمینان سے چل پھر رہے ہوتے تو ہم اُن کے لیے آسمان سے ضرور کوئی فرشتہ ہی رسول بنا کر بھیجتے۔

2۔ امین

رِسالت ایک ایسی نعمت ہے جو محض اللہ تعالیٰ کا عطیہ ہے۔ کوئی شخص اپنی محنت و کاوِش سے اسے حاصل نہیں کر سکتا۔ یہ کوئی ایسی چیز نہیں جو محض عبادت و ریاضت سے حاصل ہو جائے۔ یہ تو اللہ تعالیٰ کا فضل ہے۔ جسے چاہے دے دے۔

ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ (سورۃ الجمعہ: 4)

ترجمہ:۔ یہ تو اللہ کا فضل ہے، جسے چاہتا ہے عطا کرتا ہے۔

تاہم یہ منصب جن لوگوں کو عطا کیا گیا وہ تمام نیکی، تقویٰ، ذہانت اور عزم و ہمت جیسی بلند صفات کے مالک تھے۔ نبی اللہ تعالیٰ کی طرف سے دیے گئے احکامات من و عن انسانوں کو پہنچا کر اپنی امانت کا حق ادا کرتے ہیں۔

3۔ تبلیغِ احکامِ الٰہی

پیغمبر جو احکام و تعلیمات لوگوں کے سامنے بیان فرماتا ہے وہ تمام اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہوتی ہیں۔ پیغمبر اپنی طرف سے نہیں کہتا۔ وہ تو اللہ تعالیٰ کا ترجمان ہوتا ہے۔ قرآن مجید میں ارشاد ہوا۔

وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى ۝ اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى ۝ (سورۃ النجم: 3،4)

ترجمہ:۔ اور نہیں بولتا اپنے نفس کی خواہش سے۔ یہ تو حکم ہے بھیجا ہوا۔

4۔ معصُومیّت

اللہ تعالیٰ کے تمام پیغمبر معصوم اور گناہوں سے پاک ہوتے ہیں۔ ان کے اقوال اور اعمال شیطان کے عمل دخل سے محفوظ ہوتے ہیں۔ نبی کا کردار بے داغ ہوتا ہے۔ وہ ایسا انسانِ کامل ہوتا ہے جو بے حد روحانی طاقت کا مالک ہوتا ہے۔ نبی کا کوئی کام نفسانی

خواہشات کے تابع نہیں ہوتا۔

5 - واجبِ اطاعت

انبیاء کی اطاعت و پیروی ضروری ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا لِيُطَاعَ بِاِذْنِ اللّٰهِ (سورۃ النساء 64:4)

ترجمہ:۔ اور ہم نے کوئی رسول نہیں بھیجا مگر اس واسطے کہ اس کا حکم مانا جائے اللہ کے فرمانے سے۔

نبی، اللہ کا راستہ دکھاتا ہے۔ اس لیے اس کی اطاعت اللہ کی اطاعت ہوتی ہے۔ اسی طرح پیغمبر کتابُ اللہ کا شارح ہوتا ہے۔ اُمّت کا مُعلّم ہوتا ہے۔ اُمّت کے لیے نمونۂ تقلید ہوتا ہے۔ قانونِ الٰہی کا شارح ہوتا ہے اور قاضی اور حَکَم ہوتا ہے۔

رسالتِ محمدؐ اور اس کی خصوصیات

حضرت آدم علیہ السلام سے نبوّت کا جو سلسلہ شروع ہوا، وہ خاتَمُ المرسلین حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر آکر اپنی تکمیل کو پہنچ گیا۔ اللہ تعالیٰ نے پہلے انبیائے کرام کو جو کمالات علیٰحدہ علیٰحدہ عطا فرمائے تھے، نبی آخر الزمان صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ذات میں وہ تمام شامل کر دیے۔ رسالتِ محمدی بڑی نمایاں خصوصیات رکھتی ہے، جن میں سے چند ایک یہ ہیں:۔

1 - عمومیّت

رسولِ اکرمؐ سے پہلے آنے والے انبیاء کی نبوت کسی خاص قوم یا ملک کے لیے ہوتی تھی۔ مگر آپؐ کی نبوت قیامت تک کے تمام انسانوں کے لیے ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

قُلْ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنِّىْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ جَمِيْعًا (سورۃ الاعراف: 158)

ترجمہ:۔ (اے محمدؐ) تو کہہ اے لوگو! میں رسول ہوں اللہ کا تم سب کی طرف۔

2 - پہلی شریعتوں کا نسخ

حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی شریعت نے آپؐ سے پہلے آنے والے انبیاء کی شریعتوں کو منسوخ کر دیا۔ اب صرف شریعتِ محمدی پر عمل کیا جائے گا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

وَمَنْ يَّبْتَغِ غَيْرَ الْاِسْلَامِ دِيْنًا فَلَنْ يُّقْبَلَ مِنْهُ (آل عمران: 5;3)

ترجمہ:۔ اور جو کوئی اسلام کے سوا کسی اور دین کو تلاش کرے گا، سو وہ اس سے ہرگز قبول نہیں کیا جائے گا۔

3 - کاملیّت

حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر اللہ کے دین کی تکمیل ہوگئی۔ آپؐ کو وہ دینِ کامل عطا فرمایا گیا، جو تمام انسانیّت کے لیے کافی ہے۔ اس لیے کسی دوسرے دین کی اب کوئی ضرورت نہیں رہی۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا (سورۃ المائدہ: 3)

ترجمہ:۔ آج میں نے مکمل کر دیا تمہارے لیے دین تمہارا اور پوری کر دی تم پر اپنی نعمت، اور پسند کیا میں نے تمہارے واسطے اسلام کو دین۔

4 - حفاظتِ کتاب

پہلے انبیاء پر نازل ہونے والی کتابیں یا تو بالکل ناپید ہو چکی ہیں یا اپنی اصلی صورت میں باقی نہیں رہیں۔ کیونکہ ان میں بڑے پیمانے پر ردوبدل ہو چکا ہے۔ جس سے ان کتابوں میں صحیح اور غلط تعلیمات اس قدر گڈمڈ ہو گئی ہیں کہ صحیح کو غلط سے جدا کرنا بے حد مشکل

ہوگیا ہے۔ مگر خاتم الرسل صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نازل ہونے والی کتاب قرآن کی آیات چودہ سو سال گزرنے کے باوجود بالکل اسی صورت میں موجود ہیں جس طرح نازل ہوئی تھیں۔ اس کے ایک حرف میں بھی تبدیلی نہیں ہوئی۔ قرآن مجید نہ صرف یہ کہ تحریری طور پر محفوظ ہے بلکہ لاکھوں انسانوں کے سینوں میں بھی موجود ہے۔

5 - سنتِ نبوی کی حفاظت

اللہ کی طرف سے رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت کی حفاظت کا بھی عظیم الشان انتظام کیا گیا ہے۔ ہر دَور میں محدثین کرام کی ایسی جماعت موجود رہی جس نے سنتِ نبوی کی حفاظت کے لیے اپنی زندگیاں وقف کر دیں۔ چونکہ سنت، قرآن مجید کی شرح ہے، جو قیامت تک کے انسانوں کے لیے سرچشمۂ ہدایت ہے، اس لیے اللہ نے جس طرح قرآن مجید کی حفاظت کا انتظام کیا۔ اسی طرح سنتِ نبوی کی حفاظت کا انتظام بھی فرما دیا۔

6 - جامعیّت

پہلے انبیاء کی رسالت کسی خاص قوم اور دَور کے لیے ہوتی تھی۔ اس لیے ان کی تعلیمات کا تعلق اسی قوم اور دَور سے ہوتا تھا۔ مگر رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم چونکہ تمام زمانوں کے لیے رسول بن کر آئے۔ اس لیے آپؐ کی تعلیمات میں اس قدر جامعیت ہے کہ قیامت تک کے انسان، خواہ کسی بھی قوم یا دور سے تعلق رکھتے ہوں، ان تعلیمات سے رہبری حاصل کر سکتے ہیں۔

7 - ہمہ گیری

رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو تعلیمات پیش فرمائیں، ان کی حیثیت محض نظری نہیں رکھی، بلکہ خود ان پر عمل کر کے اور انہیں عملی زندگی میں نافذ کر کے دکھایا۔ جب آپؐ کی حیاتِ طیبہ پر نظر ڈالی جائے، تو معلوم ہوتا ہے کہ عائلی زندگی ہو یا سیاسی، بچوں سے

برتاؤ ہو یا بڑوں سے معاملہ، امن کا دَور ہو یا جنگ کا زمانہ، عبادت کی رسمیں ہوں یا معاملات کی باتیں، قرابت کے تعلقات ہوں یا ہمسائیگی کے روابط، زندگی کے ہر پہلو میں سیرتِ محمدی انسانوں کے لیے بہترین نمونۂ عمل ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ (سورۃ الاحزاب: 21)

ترجمہ:۔ تمھارے لیے اللہ کے رسول (کی سیرت) میں بہترین نمونہ ہے۔

8 - ختمِ نبوت

ختمِ نبوت کا مفہوم یہ ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام سے نبوت کا جو سلسلہ شروع ہوا اور یکے بعد دیگرے کئی انبیاء آئے، کچھ کے پاس اپنی علیحدہ آسمانی کتابیں اور مستقل شریعتیں تھیں اور کچھ اپنے سے پہلے انبیاء کی کتابوں اور شریعتوں پر عمل پیرا تھے۔ یہ سلسلہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر آ کر ختم ہو گیا۔ آپؐ پر ایک جامع اور ہمیشہ رہنے والی کتاب نازل ہوئی اور آپؐ کو ایک کامل شریعت دی گئی۔ آپؐ آخری نبی ہیں۔ آپؐ پر دین کی تکمیل ہوئی اور آپؐ کی شریعت نے پہلی تمام شریعتوں کو منسوخ کر دیا۔ آپؐ کے بعد اب کسی قسم کا کوئی دوسرا نبی نہیں آئے گا، کیونکہ:۔

1 - اللہ تعالیٰ نے آپؐ کو تمام انسانوں کے لیے رسول بنا کر بھیجا ہے اور قیامت تک ہر قوم اور ہر دور کے انسانوں کے لیے آپؐ کی رسالت عام ہے اور سب کے لیے آپؐ کی تعلیم کافی ہے۔

2 - اللہ تعالیٰ نے آپؐ پر دین کو مکمل کر دیا۔ آپؐ کی شریعت کامل ہے۔ اور آپؐ کی تعلیمات، ہدایت کی مکمل ترین شکل ہیں۔ اس لیے اب کسی دوسرے نبی کی کوئی ضرورت نہیں۔

3 - اللہ تعالیٰ نے آپؐ پر نازل کردہ کتاب قرآن مجید کی حفاظت کا وعدہ فرمایا ہے اور وہ کتاب چودہ سو سال گزرنے کے باوجود اس شان سے محفوظ ہے کہ اس

کے ایک حرف میں بھی کوئی رد و بدل نہیں ہو سکا۔ اس کتاب کا ایک ایک حرف محفوظ ہے، کاغذ کے صفحات پر بھی اور حُفّاظ کے سینوں میں بھی۔ آپؐ کی تمام تعلیمات اپنی صحیح شکل میں محفوظ ہیں جو تمام دنیا کے لیے ہدایت کا سرچشمہ ہیں۔ اس لیے آپؐ کے بعد کوئی اور نبی نہیں آسکتا۔ اب ہر طالب ہدایت پر لازم ہے کہ حضرت خاتمُ المُرسلین پر ایمان لائے اور آپؐ ہی کے بتائے ہوئے طریقے پر چلے۔

عقیدۂ ختمِ نبوت، قرآن، حدیث اور اجماعِ اُمّت تینوں سے ثابت ہے۔

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:۔

مَاكَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ ط

(سورۃ الاحزاب: 40)

ترجمہ:۔ محمدؐ باپ نہیں کسی کا تمھارے مردوں میں سے لیکن اللہ کا رسُول ہے اور مُہر سب نبیوں پر۔

عربی زبان میں ختم کے معنی ہیں مُہر لگانا، بند کرنا، آخر تک پہنچانا، کسی کام کو پورا کر کے فارغ ہو جانا۔ تمام مفسرین نے اس آیت کریمہ میں خاتم کے معنی آخری نبی کے بیان کیے ہیں۔ حدیثِ مبارک میں ہے کہ رسُول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے فرمایا: "بنی اسرائیل کی رہنمائی انبیاءؑ کیا کرتے تھے۔ جب ایک نبی وفات پا جاتا تو دوسرا نبی اُس کا جانشین ہوتا۔ مگر میرے بعد کوئی نبی نہیں" ایک اور حدیث میں آتا ہے حضور صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے فرمایا: "میری اور مجھ سے پہلے گزرے ہوئے انبیاء کی مثال ایسی ہے جیسے ایک شخص نے عمارت بنائی اور خوب حسین و جمیل بنائی۔ مگر ایک کنارے میں ایک اینٹ کی جگہ خالی چھوڑ دی اور وہ اینٹ میں ہوں"

تمام صحابہ کرام کا اس بات پر اجماع تھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں آسکتا۔ یہی وجہ ہے کہ خلیفہ اوّل حضرت ابوبکر صدیقؓ کے دور میں جن لوگوں نے دعویٰ نبوت کیا صحابہ کرام نے ان کے خلاف جہاد کیا۔

9۔ ناموسِ رسالت

اللہ تعالیٰ نے انبیاء و رسُل کے احترام کی تعلیم دی ہے۔ اسے شریعت مطہرہ کی اصطلاح میں ناموس رسالت کہا جاتا ہے۔ انبیاء و رسُل میں سے کسی ایک کی بھی توہین، استہزاء اور گستاخی ناقابل معافی جرم قرار دیا ہے۔

ارشاد ربانی ہے۔

اِنَّ الَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ فِى الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ وَاَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا مُّهِيْنًا (سورۃ الاحزاب: آیت ۵۷)

ترجمہ: "بے شک جو لوگ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اذیت دیتے ہیں، اللہ تعالیٰ نے دنیا و آخرت میں ان پر لعنت فرمائی ہے اور ان کے لیے ذلیل کرنے والا عذاب تیار کر رکھا ہے۔"

اس آیت کریمہ کے ذریعے ریاست کو یہ اختیار دیا گیا ہے کہ شاتم رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سزائے موت دے دے چاہے یہ گستاخ غیر مسلم شہری ہو یا مدعی اسلام ہو، اس پر ساری امت کا اجماع ہے۔ تاہم انفرادی طور پر کوئی شخص کسی کو یہ سزا نہیں دے سکتا۔

اس لئے مجموعہ تعزیرات پاکستان میں دفعہ (295(C کے اضافے سے قرآن و سنت کے احکام اور امت مسلمہ کے ایمانی جذبات کی ترجمانی کی گئی ہے۔

جس کے مطابق آنحضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان میں توہین آمیز رائے کا استعمال کرنا: "جو کوئی آنحضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نام کی بذریعہ الفاظ، زباں یا تحریری یا دکھائی دینے والی اشکال کے ذریعے یا بذریعہ تہمت یا طعن آمیز اشارے یا در پردہ الزام کے ذریعے براہ راست یا بالواسطہ توہین کرے گا تو اسے سزائے موت ہو گا۔" اس طرح حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم و جملہ انبیاء و رسل علیہم السلام کے ناموس کا تحفظ کیا گیا ہے۔

ملائکہ پر ایمان

ملائکہ کا لفظ جمع ہے، اس کا واحد "مَلَکٌ" ہے جس کے لفظی معنی پیغام رساں کے ہیں چونکہ یہ فرشتے اللہ تعالیٰ کے اَحکام بندوں تک لاتے اور نافذ کرتے ہیں اس لئے انھیں ملائکہ کہا جاتا ہے۔ فرشتے نورانی مخلوق ہیں اور ہر حال میں اللہ تعالیٰ کی اِطاعت کرتے ہیں۔

ملائکہ یا فرشتوں پر ایمان لانا، دین کے بنیادی عقائد میں شامل ہے۔ ملائکہ کے وجود اور ان کے کاموں کے بارے میں قرآن مجید میں متعدد آیات ملتی ہیں جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کے اَحکام کی تابع مخلوق ہے اور ان سے گناہ یا خطا کا صدور ممکن نہیں۔ تخلیقِ انسانی کے وقت بھی فرشتے موجود تھے۔ انھوں نے اللہ تعالیٰ سے جذبہ اِطاعت کے تحت عرض کیا تھا کہ زمین میں کوئی اور خلیفہ (انسان) پیدا کرنے کی ضرورت نہیں۔ ہم ہر حکم کی تعمیل کے لیے دست بستہ موجود ہیں۔ فرشتے اِطاعت وعبادت کے لیے پیدا کیے گئے ہیں جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:۔

وَيُسَبِّحُوْنَهٗ وَ لَهٗ يَسْجُدُوْنَ ۝ (الاعراف:206)

ترجمہ: ملائکہ اللہ کی تسبیح بیان کرتے ہیں اور اس کے آگے سجدے کرتے ہیں۔

فرشتوں کے ذمّے اللہ تعالیٰ نے مختلف کام لگا رکھے ہیں، جو وہ پوری تندہی سے سرانجام دیتے ہیں۔ چار فرشتے بہت مشہور ہیں۔ ان میں سے حضرت جبرائیل علیہ السلام انبیاء کرام کے پاس وَحیِ اِلٰہی لانے کا کام کرتے رہے ہیں۔ حضرت میکائیل علیہ السلام کے ذمے بارشوں اور ہواؤں کے نظام کی نگرانی ہے۔ مَلَکُ الموت حضرت عزرائیل علیہ السلام کے ذمّے جان دار مخلوقات کی اَرواح قبض کرنا ہے جب کہ حضرت اسرافیل علیہ السلام کے ذمّے قیامت برپا کرنے اور پھر مُردوں کو دوبارہ زندہ کرنے کے لیے اللہ کے حکم سے صور پھونکنا ہے۔

اپنی بنیادی تخلیق اور ادائیگی فرض کے لحاظ سے فرشتوں کی کئی قسمیں اور درجے ہیں

سورہ فاطر میں ہے:

رُسُلًا اُولِيْٓ اَجْنِحَةٍ مَّثْنٰى وَثُلٰثَ وَرُبٰعَ ۭ يَزِيْدُ فِي الْخَلْقِ مَا يَشَاۗءُ ۭ

ترجمہ:۔ "ایسے پیغام رساں (فرشتے) موجود ہیں جن کے دو دو تین تین اور چار چار بازو ہیں اور اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق کی ساخت میں جیسا چاہے اِضافہ کرتا ہے"۔

فرشتے نورانی مخلوق ہیں البتہ یہ حسبِ ضرورت مختلف جسمانی شکلیں اختیار کر سکتے ہیں جیسا کہ قرآن مجید میں حضرت مریم علیہا السلام، حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت لوط علیہ السلام کے واقعات سے معلوم ہوتا ہے کہ فرشتے مختلف انسانی شکلوں میں ظاہر ہوئے۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام بعض اوقات حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مجلس میں انسانی شکل میں ظاہر ہوئے۔

اس طرح اللہ تعالیٰ نے ہر انسان کے ساتھ ایسے فرشتے مقرر کردیے ہیں جو اسے حادثات اور مضر اشیاء سے بچاتے رہتے ہیں۔ مومنوں اور نیکی کے کام اختیار کرنے والوں کے لیے دُعائے مغفرت اور نزولِ رحمت کی دعائیں کرتے ہیں۔ مُشکل حالات میں دل کو تسلی اور بشارتیں دیتے ہیں اور نیکی کے کاموں کی طرف رہنمائی کرتے ہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

اِنَّ الَّذِيْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا تَتَنَزَّلُ عَلَيْهِمُ الْمَلٰۗىِٕكَةُ اَلَّا تَخَافُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَبْشِرُوْا بِالْجَنَّةِ الَّتِيْ كُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ ۝ (حٰمٓ السجدہ: ۳۰)

ترجمہ:۔ "جن لوگوں نے اِقرار کیا کہ اللہ ہمارا پالنے والا ہے اور پھر اس قول پر ثابت قدم رہے۔ تو ان پر فرشتے نازل ہوتے ہیں اور ان سے کہتے ہیں کہ نہ ڈرو اور نہ غم کرو اور خوش ہو جاؤ اس جنت کی بشارت سے جس کا تم سے وعدہ کیا گیا ہے"۔

اسی طرح ہر انسان کے اَعمال کی نگرانی کے لیے اللہ تعالیٰ نے فرشتے مقرر کردیے ہیں۔ جو اس کے ہر چھوٹے بڑے عمل کو محفوظ کرتے جاتے ہیں۔ جو کہ قیامت کے دن اعمال ناموں کی شکل میں ہر شخص کے سامنے پیش کر دیے جائیں گے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

وَاِنَّ عَلَيْكُمْ لَحٰفِظِيْنَ ۝ كِرَامًا كَاتِبِيْنَ ۝

ترجمہ: "بے شک تم پر نگران (فرشتے) مقرر کیے گئے ہیں۔ بہت معزز اور تمھارے اَعمال

لکھنے والے"۔ اسی طرح ارشاد ہے:

مَا یَلْفِظُ مِنْ قَوْلٍ اِلَّا لَدَیْهِ رَقِیْبٌ عَتِیْدٌ ٥

ترجمہ: "جو لفظ بھی اُس (انسان) کے مُنہ سے نکلتا ہے اس کو محفوظ کرنے کے لیے ایک چست نگران (فرشتہ) موجود ہے"۔

اس کے علاوہ اللہ تعالیٰ کے عرش کو اُٹھانے، انسانوں کے اعمالنامے پیش کرنے، جہنم میں مجرموں کو سزا دینے اور جنت میں نیکوکاروں کی خدمت کرنے کے جُملہ اُمور مختلف فرشتوں کے سپُرد ہیں۔

فرشتوں پر ایمان لانے سے اللہ تعالیٰ کی عظمت کا شعور بڑھتا ہے۔ اس کے قائم کردہ عظیم الشان نظام اور بے پایاں رحمتوں کا احساس ہوتا ہے۔ فرشتوں کی موجودگی پر ایمان کی وجہ سے انسان کو یہ احساس رہتا ہے کہ میرے ہر چھوٹے بڑے عمل کی نگرانی کی جا رہی ہے۔ اسی طرح میدانِ جہاد اور دین کے مُشکل کاموں میں فرشتوں کی تسلیاں ثابت قدمی کا باعث اور ان کی دعائیں انسانوں کی مغفرت کا ذریعہ بنتی ہیں۔

آسمانی کتابیں

پہلے بتایا جا چکا ہے کہ مسلمان ہونے کے لیے ضروری ہے کہ تمام رسولوں پر ایمان لایا جائے۔ رسُولوں پر ایمان لانے کا مفہوم یہ ہے کہ انھیں اللہ تعالیٰ کا سچا پیغمبر مانا جائے اور ان کی تعلیمات کو برحق تسلیم کیا جائے۔ رسولوں پر نازل ہونے والی کتابیں، ربّانی تعلیمات کا مجموعہ ہوتی ہیں۔ لہٰذا رسولوں پر ایمان لانے کے لیے لازم ہے کہ ان پر نازل ہونے والی کتابوں پر بھی ایمان لایا جائے۔ ایمان والوں کے بارے میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَالَّذِیْنَ یُؤْمِنُوْنَ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَیْکَ وَمَآ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِکَ ج

ترجمہ: "اور وہ لوگ جو ایمان لاتے ہیں اس پر جو نازل ہُوا تیری طرف، اور اُس پر، جو نازل ہُوا تجھ سے پہلے۔

کُل آسمانی کتابیں بہت سی ہیں جن میں سے چار بہت مشہور ہیں۔

1- زبور جو حضرت داوٗد علیہ السلام پر نازل ہوئی۔
2- توریت جو حضرت موسیٰ علیہ السلام پر نازل ہوئی۔
3- انجیل جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر نازل ہوئی۔
4- قرآن مجید جو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر نازل ہوا۔

ان کے علاوہ حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت آدم علیہ السلام اور دوسرے انبیاء کے صحیفے بھی تھے۔ اِن تمام کتابوں میں دین کی بنیادی باتیں مشترک تھیں۔ جیسے اللہ تعالیٰ کی توحید، اس کی صفاتِ کاملہ، اللہ تعالیٰ کی عبادت، رسالت پر ایمان، یوم آخرت پر ایمان اور اَعمال کی جزا و سزا۔ مگر چونکہ ہر دور میں وقت کے تقاضے مختلف ہوتے ہیں اس لیے شریعت کے تفصیلی قوانین اِن کتابوں میں جدا جدا تھے۔ بعد میں آنے والی کتابوں نے پہلی کے تفصیلی قوانین کو منسوخ کر دیا۔ اسی طرح قرآن نے جو کہ سب کتابوں کے بعد نازل ہوا، پہلی تمام شریعتوں کو منسوخ کر دیا۔ اور اب صرف قرآن کے بتائے ہوئے قوانین پر عمل کرنا لازم ہے، پہلی کتابوں کے بتائے ہوئے قوانین پر نہیں۔ پہلی کتابوں پر ایمان لانے کا اَب مطلب یہ ہے کہ وہ بھی سچّی کتابیں تھیں اور ان کے بیان کردہ قوانین پر ان کے زمانے میں عمل کرنا ضروری تھا۔ مگر اَب صرف قرآنی ہدایات ہی پر عمل کیا جائے گا۔

آخری آسمانی کتاب

قرآن مجید اللہ تعالیٰ کی آخری کتاب ہے جو آخری پیغمبر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم پر نازل ہوئی۔ اور قیامت تک کے تمام انسانوں کے لیے، یہ سرچشمہ ہدایت ہے۔

قرآن مجید کی چند اَہم خصوصیات یہ ہیں:

1- محفوظ ہونا

چونکہ قرآن مجید قیامت تک کے ہر دور اور ہر قوم کے انسانوں کے لیے رُشد ہدایت کا ذریعہ ہے، اس لیے اللہ تعالیٰ نے اس کی حفاظت کا خاص وعدہ فرمایا ہے۔ ارشاد

باری تعالیٰ ہے۔

اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ o

ترجمہ: ''ہم نے خود اُتاری ہے یہ نصیحت اور ہم خود اس کے نگہبان ہیں''۔

یہی وجہ ہے کہ چودہ سو سال گزرنے کے باوجود قرآن مجید کا ایک ایک لفظ محفوظ ہے۔ اللہ کی طرف سے اس کی حفاظت کا ایسا انتظام کردیا گیا ہے، کہ وہ ہمیشہ ہمیشہ کے لیے تحریف (ردّوبدل) سے محفوظ ہوگیا ہے۔ جب کہ دوسری آسمانی کتابوں میں بڑا ردّوبدل ہوچکا ہے۔ ان کا بہت سا حصّہ ضائع ہو چکا ہے اور جو باقی بچا اس میں بھی لوگوں نے اپنی طرف سے کئی باتیں شامل کردیں۔ اب یہ کتابیں کہیں بھی اصلی شکل میں دستیاب نہیں جب کہ قرآن مجید اپنی خالص شکل میں اب تک موجود ہے اور ہمیشہ موجود رہے گا۔

2۔ قرآن کی زندہ زبان

قرآن مجید جس زبان میں نازل ہوا، وہ ایک زندہ زبان ہے۔ آج بھی دنیا کے بیس سے زیادہ ممالک کی قومی زبان عربی ہے اور یہ زبان دُنیا کی چند بڑی زبانوں میں سے ایک ہے۔ جب کہ پہلی آسمانی کتابیں جن زبانوں میں نازل ہوئیں وہ مردہ ہوچکی ہیں۔ جن کو سمجھنے والے بہت کم لوگ ہیں۔

3۔ عالمگیر کتاب

باقی آسمانی کتابوں کے مُطالعے سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ وہ صرف کسی ایک خاص ملک یا خاص قوم کے لوگوں کے لیے تھیں۔ مگر قرآن مجید ساری دُنیائے انسانیت کے لیے پیغامِ ہدایت ہے۔ یہ کلام پاک یٰٓاَیُّهَا النَّاسُ (اے لوگو) کا خطاب کر کے تمام انسانوں کو ہدایت کا پیغام دیتا ہے۔ یہ ایک عالمگیر کتاب ہے، جس کی تعلیمات ہر دور اور ہر ملک میں قابلِ عمل ہیں۔

اس کتاب کی تعلیمات فطری ہیں۔ اس لیے کہ ہر دور کا انسان یوں محسوس کرتا ہے۔ جیسے یہ اسی کے دور کے لیے نازل ہوئی ہے۔ کیونکہ اس کی تعلیمات ہر قوم وملک اور ہر طرح کے ماحول

میں بسنے والے افراد کے لیے یکساں طور پر نفع بخش اور عقل کے عین مطابق ہیں۔

4۔ جامع کتاب

پہلی آسمانی کتابوں میں سے کچھ کتابیں صرف اخلاقی تعلیمات پر مشتمل تھیں۔ بعض صرف مُناجات اور دُعاؤں کا مجموعہ تھیں۔ کچھ صرف فقہی مسائل کا مجموعہ تھیں۔ بعض میں صرف عقائد کا بیان تھا اور بعض صرف تاریخی واقعات کا مجموعہ تھیں مگر قرآن مجید ایسی جامع کتاب ہے جس میں ہر پہلو پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ اس میں عقائد و اعمال کا بیان بھی ہے۔ اخلاق و روحانیت کا درس بھی، تاریخی واقعات بھی ہیں اور مُناجات بھی۔ غرضیکہ یہ ایسی کتاب ہے جو زندگی کے ہر پہلو میں رہنمائی کرتی ہے۔

5۔ عقل وتہذیب کی تائید کرنے والی کتاب

پہلی آسمانی کتابوں میں سے بعض کتابیں ایسی باتوں پر بھی مشتمل ہیں جو حقیقت کے خلاف ہیں بلکہ بعض کتابوں میں انتہائی ناشائستہ، غیر اخلاقی باتیں بھی پائی جاتی ہیں (ظاہر ہے یہ باتیں جعلی ہیں جو کسی نے اپنی طرف سے شامل کردی ہیں) جب کہ قرآن مجید ایسی تمام باتوں سے پاک ہے۔ اس میں کوئی بات نہیں جو خلاف عقل ہو اور جسے تجربہ اور دلیل سے غلط ثابت کیا جا سکے۔ اس میں کوئی غیر اخلاقی بات نہیں۔ اس نے تمام انبیاء کا ادب و احترام سکھایا ہے اور سب کے بارے میں بتایا ہے کہ وہ نیکوکار اور پرہیزگار لوگ تھے۔ ان کی شان کے خلاف جتنی بھی باتیں کہی گئی ہیں، سب جھوٹ اور خلاف واقعہ ہیں۔

6۔ قرآن مجید کا اعجاز

قرآن مجید فصاحت وبلاغت کا وہ شاہکار ہے جس کا مقابلہ کرنے سے عرب وعجم کے تمام فصیح وبلیغ عاجز رہے۔ قرآن مجید میں سب مخالفوں کو دعوت دی گئی ہے کہ ایک چھوٹی سی قرآنی سورت کے مقابلے میں کوئی سورت بنا لاؤ۔ مگر کوئی بھی اس کی مثال پیش نہ کرسکا۔ کیونکہ یہ تو خدا کا کلام ہے، کسی بندے کا بنایا ہوا کلام نہیں۔ پھر کوئی بشر اس کا مقابلہ کیسے کرسکتا ہے۔

آخرت

اسلام کے بُنیادی عقائد میں سے ایک عقیدۂ آخرت بھی ہے :-

مفہوم

لفظ "آخرت"، کے معنی بعد میں ہونے والی چیز کے ہیں۔ اس کے مقابلے میں لفظ "دنیا"، ہے، جس کے معنی قریب کی چیز کے ہیں۔ عقیدۂ آخرت کا اصطلاحی مفہوم یہ ہے کہ انسان مرنے کے بعد ہمیشہ کے لیے فنا نہیں ہو جاتا بلکہ اس کی رُوح باقی رہتی ہے اور ایک وقت ایسا آئے گا جب اللہ تعالیٰ اس کی رُوح کو جسم میں منتقل کرکے اسے دوبارہ زندہ کر دے گا اور پھر انسان کو اس کے نیک و بد اَعمال کا حقیقی بدلہ دیا جائے گا۔ نیک لوگوں کو ایک ایسی جگہ عنایت کی جائے گی جو اللہ تعالیٰ کی نعمتوں سے بھرپور ہوگی۔ اس کا نام جنت ہے اور بُرے لوگ ایک انتہائی اذیت ناک جگہ میں رہیں گے، جس کا نام جہنم ہے۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :-

اِنَّ الْاَبْرَارَ لَفِیْ نَعِیْمٍ ۚ وَاِنَّ الْفُجَّارَ لَفِیْ جَحِیْمٍ ۝ (سورۃ انفطار : 14،13)

ترجمہ :- بے شک نیک لوگ بہشت میں (ہوں گے)۔ اور بے شک گناہ گار دوزخ میں۔

آخرت کے سلسلہ میں قرآن مجید کی تعلیمات کا خلاصہ یہ ہے :-

انسان کی دنیاوی زندگی اس کی آخرت کی زندگی کا پیش خیمہ ہے۔ دُنیا کی زندگی عارضی اور آخرت کی زندگی دائمی ہے۔ انسان کے تمام اعمال کے پورے پورے نتائج اس عارضی زندگی میں مرتب نہیں ہوتے۔ بلکہ اس عارضی زندگی میں جن اعمال کا بیج بویا جاتا ہے ان کے حقیقی نتائج آخرت کی زندگی میں ظاہر ہوں گے۔

جس طرح دُنیا کی ہر چیز علیحدہ علیحدہ اپنی ایک عمر رکھتی ہے جس کے ختم ہوتے

ہی وہ چیز ختم ہو جاتی ہے، اسی طرح پورے نظامِ عالم کی بھی ایک عمر ہے جس کے تمام ہوتے ہی یہ نظام ختم ہو جائے گا اور ایک دوسرا نظام اس کی جگہ لے لے گا۔

3 - جب دُنیا کا یہ نظام درہم برہم ہو جائے گا اور ایک دوسرا نظام قائم ہوگا، تو انسان کو ایک نئی جسمانی زندگی ملے گی۔ اس روز ایک زبردست عدالت لگے گی جس میں انسان کے تمام اعمال کا حساب لیا جائے گا۔ اسے نیک اعمال کی جزا ملے گی اور بُرے اعمال کی سزا۔

مُنکرینِ آخرت کے شُبہات اور ان کا قرآنی جواب

قرآنِ مجید میں عقیدۂ آخرت کو بیان کرتے ہوئے مُنکرین کے شبہات کا بڑے عمدہ انداز میں جواب دیا گیا ہے۔

مُشرکینِ مکہ عقیدۂ آخرت کے مُنکر تھے، اس سلسلے میں ان کے شبہات یہ تھے :-

وَقَالُوْٓا ءَاِذَا ضَلَلْنَا فِی الْاَرْضِ ءَاِنَّا لَفِیْ خَلْقٍ جَدِیْدٍ (سورۃ السجدہ: 10)

ترجمہ :- اور کہتے ہیں کیا جب ہم زمین میں نیست و نابود ہوں گے۔ تو کیا کہیں پھر ہم نئے جنم میں آئیں گے۔

مَنْ یُّحْیِ الْعِظَامَ وَهِیَ رَمِیْمٌ (سورہ یٰس: 78)

ترجمہ :- کون زندہ کرے گا ہڈیوں کو، جب کہ وہ بوسیدہ ہو گئی ہوں۔

لہٰذا

اِنْ هِیَ اِلَّا حَیَاتُنَا الدُّنْیَا وَمَا نَحْنُ بِمَبْعُوْثِیْنَ ۝ (سورہ الانعام: 29)

ترجمہ :- زندگی جو کچھ بھی ہے، بس یہی دُنیا کی زندگی ہے۔ اور ہم مرنے کے بعد ہرگز دوبارہ نہ اٹھائے جائیں گے۔

اللہ تعالیٰ نے ان کے شبہات کو دُور کرتے ہوئے فرمایا۔ تم پہلے موجود نہ تھے تمھیں اللہ نے موجود کیا، جو ذات تمھیں پہلے وجود میں لانے پر قادر ہے۔ وہ تمھارے مر

جانے کے بعد تمھیں دوبارہ زندگی بخشنے پر بھی قادر ہے۔

وَهُوَ الَّذِي يَبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيدُهُ وَهُوَ أَهْوَنُ عَلَيْهِ (سورۃ الروم: 27)

ترجمہ:- اور وہی ہے جو تخلیق کی ابتداء کرتا ہے، پھر وہی اس کا اعادہ کرے گا۔ اور یہ اُس کے لیے بہت ہی آسان ہے۔

قُلْ يُحْيِيهَا الَّذِي أَنْشَأَهَا أَوَّلَ مَرَّةٍ وَهُوَ بِكُلِّ خَلْقٍ عَلِيمٌ

(سورۃ یٰسٓ: 79)

ترجمہ:- (اس سے) کہو، انھیں وہی زندہ کرے گا۔ جس نے انھیں پہلی بار پیدا کیا تھا۔ اور وہ تخلیق کا ہر کام جانتا ہے۔

كُنْتُمْ أَمْوَاتًا فَأَحْيَاكُمْ ثُمَّ يُمِيتُكُمْ ثُمَّ يُحْيِيكُمْ ثُمَّ إِلَيْهِ تُرْجَعُونَ ○

(سورۃ البقرہ 28)

ترجمہ: تم بے جان تھے، اُس نے تم کو زندگی عطا کی، پھر وہی تمھاری جان طلب کرے گا، پھر وہی تمھیں دوبارہ زندگی عطا کرے گا۔ پھر اسی کی طرف پلٹ کر جانا ہے۔

انسان کی صحیح سوچ اس سے عقیدۂ آخرت پر ایمان لانے کا تقاضا کرتی ہے۔ ہر شخص اس بات کو تسلیم کرتا ہے کہ نیک عمل کا اچھا صلہ اور بُرے عمل کا بُرا بدلہ ہوتا ہے۔ لیکن کیا انسان کے تمام اعمال کے نتائج اس دُنیاوی زندگی میں سامنے آجاتے ہیں؟ ایسا نہیں ہوتا، بلکہ بعض اوقات ایک ایسا شخص جس نے پوری زندگی گناہوں میں گذاری ہو، اس جہان میں سزا سے بچا رہتا ہے۔ اسی طرح بعض بے حد نیک لوگ جو عمر بھر نیکیاں کرتے رہے انھیں یہاں نیکی کا پورا بدلہ نہ ملا بلکہ بعض کو تو بے حد اذیتیں دے کر شہید کر دیا گیا۔ اب سوچنے کی بات یہ ہے کہ "کیا مجرموں کو ان کے جرائم کی سزا کبھی نہیں ملے گی؟ کیا نیکوکار اچھے اجر سے محروم رہیں گے؟ کیا اللہ تعالیٰ کا نظامِ عدل ان کے بارے میں ہمیشہ کے لیے خاموش رہے گا؟ کیا اشرف المخلوقات انسان کو عبث پیدا کیا گیا اور اس کے اعمال کی کوئی قدر و قیمت نہیں؟"

أَفَحَسِبْتُمْ أَنَّمَا خَلَقْنَاكُمْ عَبَثًا وَأَنَّكُمْ إِلَيْنَا لَا تُرْجَعُونَ ۝

(سورۃ المومنون: 115)

ترجمہ:- سو کیا تم نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ ہم نے تمھیں فضول ہی پیدا کیا ہے اور تمھیں ہماری طرف کبھی پلٹنا ہی نہیں ہے۔

جب عقل اس پہلو پر سوچتی ہے تو یہ بات تسلیم کرنے پر مجبور ہو جاتی ہے کہ آخرت کی زندگی برحق ہے، جس میں سب لوگوں کو ان کے اعمال کی جزا و سزا ملے گی۔ نیک لوگوں کو ان کے اعمال کا بہت اچھا بدلہ ملے گا اور مجرموں کو سخت سزا ملے گی، سوائے ان کے جن کو اللہ تعالیٰ معاف فرما دے۔

اِسلام میں عقیدۂ آخرت کی اہمیّت

آخرت پر ایمان رکھنا اسلام کی نہایت اہم تعلیم ہے۔ قرآن مجید میں اس کی اہمیّت پر زور دیا گیا ہے۔ سورۃ بقرہ میں متقین کی تعریف کرتے ہوئے ارشاد ہوا
وَبِالْآخِرَةِ هُمْ يُوقِنُونَ (اور وہ آخرت پر یقین رکھتے ہیں)

اگر آخرت پر ایمان نہ ہو تو انسان خود غرضی اور نفس پرستی میں ڈوب کر تہذیب و شرافت اور عدل و انصاف کے تقاضوں کو یکسر بھول جائے اور انسانی معاشرے میں جنگل کا قانون رائج ہو جائے۔

عقیدہ آخرت انسانی معاشرہ کو انسانیت افروز بنانے کا اہم ذریعہ ہے۔ کیونکہ اس سے انسان کے دل میں نیکی پر جزا اور بدی پر سزا کا احساس ابھرتا ہے۔ جو اعمال میں صالحیت پیدا کر دیتا ہے۔ جو شخص آخرت کی زندگی پر ایمان رکھتا ہے اس کی نظر اپنے اعمال کے صرف ان ہی نتائج پر نہیں ہوتی جو اس زندگی میں ظاہر ہوتے ہیں بلکہ وہ ان نتائج پر بھی نظر رکھتا ہے۔ جو آخرت کی زندگی میں ظاہر ہوں گے۔ اسے جس طرح زہر کے بارے میں ہلاک کرنے اور آگ کے بارے میں جلانے کا یقین ہوتا ہے۔ اسی طرح گناہوں کے ہلاکت خیز ہونے کا بھی یقین ہو جاتا ہے اور جس طرح وہ غذا اور پانی کو اپنے

لیے مفید سمجھتا ہے اسی طرح نیک اعمال کو بھی اپنے لیے نجات و فلاح کا سبب سمجھتا ہے۔ عقیدۂ آخرت کے انسانی زندگی پر بڑے اہم اثرات مرتب ہوتے ہیں جن میں سے چند یہ ہیں:-

1 - نیکی سے رغبت اور بدی سے نفرت

جو شخص آخرت پر یقین رکھتا ہے وہ جانتا ہے کہ اس کے تمام اعمال، خواہ ظاہر ہوں یا پوشیدہ، اس کے نامۂ اعمال میں محفوظ کر لیے جاتے ہیں آخرت میں یہی نامۂ اعمال اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں پیش ہوگا اور منصفِ حقیقی فیصلہ فرمائے گا۔ ان اعمال کا وزن کیا جائے گا۔ ایک پلڑے میں نیک اعمال اور دوسرے میں برُے اعمال ہوں گے۔ اگر نیکی کا پلڑا بھاری ہوا تو کامیابی حاصل ہوگی، اور جنّت میں ٹھکانہ ہوگا اور اگر برائیوں کا پلڑا بھاری ہُوا تو ناکامی ہوگی اور جہنم کا دردناک عذاب چکھنا ہوگا۔

آخرت پر ایمان رکھنے والا شخص برائیوں سے نفرت کرنے لگتا ہے۔ کیونکہ اسے علم ہوتا ہے کہ ان کے نتیجہ میں وہ عذاب میں مبتلا ہو سکتا ہے۔ اُسے نیکیوں سے محبت ہو جاتی ہے کیونکہ وہ جانتا ہے کہ اسے نیکی کا اجر ضرور ملے گا۔

2 - بہادری اور سرفروشی

ہمیشہ کے لیے مٹ جانے کا ڈر انسان کو بزدل بنا دیتا ہے۔ مگر جب دل میں یہ یقین موجود ہو کہ اس دُنیا کی زندگی چند روزہ ہے، پائیدار اور دائمی زندگی آخرت کی ہے تو انسان نڈر ہو جاتا ہے۔ وہ اللہ کی راہ میں جان قربان کرنے سے بھی نہیں کتراتا۔ وہ جانتا ہے کہ راہ حق میں جان کا نذرانہ پیش کر دینے سے وہ ہمیشہ کے لیے فنا نہیں ہو جائے گا۔ بلکہ آخرت کی کامیاب اور پُرمسرت زندگی حاصل کرے گا چنانچہ یہ عقیدہ مومن کے دل میں جذبۂ سرفروشی پیدا کر کے معاشرے میں امن اور نیکی کے پھیلنے کی راہیں ہموار کر دیتا ہے۔

3 - صبر و تحمّل

عقیدۂ آخرت سے انسان کے دل میں صبر و تحمل کا جذبہ پیدا ہوتا ہے۔ وہ جانتا ہے کہ حق کی خاطر جو بھی تکلیف برداشت کی جائے گی۔ اس کا اللہ تعالیٰ کے ہاں اجر ملے گا۔ لہٰذا آخرت پر نظر رکھتے ہُوئے وہ ہر مصیبت کا صبر و تحمل سے مقابلہ کرتا ہے۔

4 - مال خرچ کرنے کا جذبہ

عقیدۂ آخرت انسان کے دل میں یہ جذبہ پیدا کرتا ہے کہ حقیقی زندگی صرف آخرت کی زندگی ہے۔ لہٰذا اسی دولت سے لگاؤ رکھنا چاہیے جو اس زندگی کو کامیاب بنائے۔ چنانچہ مومن جتنا بھی دولت مند ہو جاتا ہے، اسی قدر زیادہ سخاوت اور فیاضی کرتا ہے۔ کیونکہ وہ جانتا ہے کہ اللہ کی راہ میں خرچ کرنے سے اس کی آخرت کی زندگی سنور جائے گی۔

5 - احساسِ ذمّہ داری

آخرت پر ایمان رکھنے سے انسان میں احساسِ ذمّہ داری پیدا ہو جاتا ہے کیونکہ وہ جانتا ہے کہ اپنے فرائض میں کوتاہی کرنا جرم ہے، جس پر آخرت میں سزا ملے گی۔ لہٰذا پوری ذمّہ داری سے اپنے فرائض ادا کیے جائیں۔ آہستہ آہستہ یہ احساس اس قدر پختہ ہو جاتا ہے کہ انسان اپنا ہر فرض پوری دیانت داری سے سرانجام دینے لگتا ہے خواہ اس کا تعلق بندوں کے حقوق سے ہو یا اللہ تعالیٰ کے حقوق سے۔

سوالات

1 - اِسلام کے بنیادی عقائد کو الگ الگ بیان کرتے ہوئے ان پر مختصر نوٹ لکھیں۔

2 - قرآنی دلائل کی روشنی میں وجودِ باری تعالیٰ پر بحث کریں۔